قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (ال عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعہ 28 فروری 2020ء | 3 رجب 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 51

ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَی الرَّسُوۡلِ تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ ۚ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۸۴﴾ (المآئدہ:84)

ترجمہ: اور جب وہ اُسے سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اتارا گیا تو تُو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں میں تحریر کرلے۔

فرمانِ رسول ﷺ

مفلس کون ہے

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ ہم نے عرض کیا جس کے پاس نہ روپیہ ہو نہ سامان۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ جیسے اعمال لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہو گا۔ اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا ہوگا۔ پس ان مظلوموں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی یہاں تک کہ اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے جائیں گے۔ اور اس طرح جنت کی بجائے اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ یہی شخص دراصل مفلس ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم)

فرمان خلیفہ وقت

اسلام کی تعلیم دوسروں کو بھی بتائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی 2019ء کے موقع پر خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اپنوں یا غیروں جس کے ذہن میں بھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلام میں عورت کے حقوق نہیں۔ اس کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا علم ہی نہیں۔ آج ہر احمدی کا کام ہے کہ دنیا کو بتائے کہ دین کیا ہے؟ ہمارے حقوق کیا ہیں اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ انبیاء دنیا میں بندے کو خدا کے قریب کرنے کے لیے آتے ہیں اور مذہب اس دنیا کی زندگی اور مرنے کے بعد کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی بات کرتا ہے اور ایک دنیا دار صرف اس دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مقصد حیات سمجھتا ہے۔ پس یہ بات ہر احمدی مرد اور عورت اور لڑکے اور لڑکی کو اپنے سامنے رکھنی چاہیے کہ اسلام جو کامل اور مکمل شریعت ہے جس میں مرد اور عورت ہر ایک کے حقوق اور فرائض اور ذمہ داریوں کی وضاحت کر دی گئی ہے اور ان پر عمل کر کے ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اسے ہم نے اپنی زندگیوں پر لاگو کرنا ہے اور غیر مذہبی لوگوں یا دنیا دار لوگوں سے متاثر نہیں ہونا اور نہ صرف متاثر نہیں ہونا بلکہ ان کو مذہب کی حقیقت بتانی ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ کے قریب لانا ہے۔ ان کو ان کی جاہلانہ سوچوں کی نشاندہی کر کے بتانا ہے کہ ہم جو احمدی مسلمان ہیں ٹھیک ہیں اور ہمارا مذہب کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ ٹھیک ہے۔ ہمارا خدا تعالیٰ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ ٹھیک ہے اور تم غلط ہو۔ پس اس سوچ کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے احکامات کا پابند کرنا ہے اور دنیا کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم کا قائل کرنا ہے۔ جب یہ ہو گا تبھی ہم حقیقی احمدی کہلا سکیں گے۔‘‘

(خطاب مورخہ 6 جولائی 2019ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان

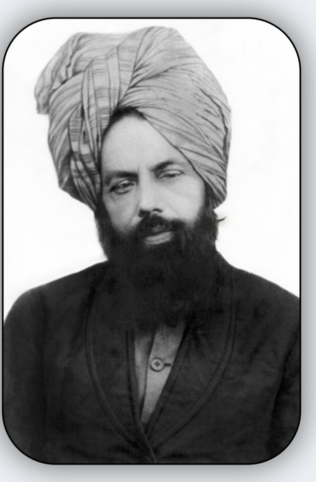

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’میں پھر کہتا ہوں کہ دل سے سنو اور دل میں جگہ دو کہ اللہ جیسا اس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں اپنے وجود اور توحید کو پُر زور اور آسان دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ایک برتر ہستی اور نور ہے۔ وہ لوگ جو اس زبردست ہستی کی قدرتوں اور عجائبات کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے وجود میں شکوک ظاہر کرتے ہیں اور شبہ کرتے ہیں۔ سچ جانو۔ بڑے ہی بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست ہستی اور مقتدر وجود کے اثبات کے متعلق ہی فرمایا ہے۔ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (ابراہیم: 11) کیا اللہ تعالیٰ کے وجود میں بھی شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے؟ دیکھو یہ تو بڑی سیدھی اور صاف بات ہے کہ ایک مصنوع کو دیکھ کر صانع کو ماننا پڑتا ہے۔ ایک عمدہ جوتے یا صندوق کو دیکھ کر اس کے بنانے والے کی ضرورت کا معاً اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ پھر تعجب پہ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی میں کیونکر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ایسے صانع کے وجود کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔ جس کے ہزار عجائبات سے زمین وآسمان پُر ہیں۔ پس یقیناً سمجھ لو کہ ان قدرت کے عجائبات اور صنعتوں کو دیکھ کر بھی جن میں انسانی ہاتھ عقل و دماغ کا کام نہیں۔ اگر کوئی بےوقوف خدا کی ہستی اور وجود میں شک لائے۔ تو وہ بدقسمت انسان شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے اور اس کو استغفار کرنا چاہیے۔ خدا کی ہستی کا انکار دلیل اور رؤیت کی بنا پر نہیں، بلکہ اللہ جلّ شانُہٗ کی ہستی کا انکار کرنا باوجود مشاہدہ کرنے کے اس کی قدرتوں اور عجائبات مخلوقات اور مصنوعات کے جو زمین و آسمان میں بھرے پڑے ہیں۔ بڑی ہی نابینائی ہے۔

نابینائی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آنکھوں کی بینائی ہے اور دوسری دل کی، آنکھوں کی نابینائی کا اثر ایمان پر کچھ نہیں ہوتا، مگر دل کی نابینائی کا اثر دل پر پڑتا ہے، اس لئے یہ ضروری ہے اور بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے پورے تذلّل اور انکسار کے ساتھ ہر وقت دعا مانگتا رہے کہ وہ اسے سچی معرفت اور حقیقی بصیرت اور بینائی عطا کرے اور شیطان کے وساوس سے محفوظ رکھے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 45)

اس شمارہ میں

- (اداریہ) الکوثر، النصر کی روشنی میں شکر الٰہی کے طریق
- حضرت مصلح موعودؓ کے پُرمعارف الفاظ میں تقویٰ اور پارسائی کا عرفان
- قوت برداشت اور صبر و حوصلہ
- فقہ کیا کہتا ہے ۔ نماز کی دوبارہ ادائیگی
- سیرالیون سے مالی قربانی کے چندایمان افروز واقعات

اداریہ

الکوثر، النصر کی روشنی میں شکر الٰہی کے طریق

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے مختلف زاویے بیان ہوئے ہیں اور بعض مقامات پر شکر کے طریق بھی بیان کر دیئے جیسے سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر میں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں اور فضلوں کے وارث بننے کے بعد عبادات، نمازوں، ہر قسم کی قربانی، تسبیح و تحمید اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ہر دو سورتوں میں براہ راست ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مخاطب ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مومن اور مسلمان کو ان الفاظ میں یہ سبق دیا ہے کہ اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرتے ہو تو آپ کے ہر حکم میں کما حقہ پیروی کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ

(اٰل عمران:32)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس حکم کے تحت ہم میں سے ہر ایک مسلمان سورۃ الکوثر اور سورۃ النصر میں بیان فرمودہ احکامات کا مخاطب ہے۔ان ہر دو سورتوں میں اجتماعی طور پر امت اور انفرادی طور پر ہر فرد اپت مخاطب ہے۔جہاں تک امت کا تعلق ہے۔آنحضرت ﷺ اکیلے تھے۔شدید مخالفت میں یہ سالار آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا ایک سے دو دو سے چار اور دھیرے دھیرے یہ تعداد لاکھوں میں پہنچی۔فتوحات اور ترقیات ملنے لگیں۔ اسلام کا پیغام عرب سے باہر عجم میں پہنچا اور وہاں سے بھی مخلصین آملے ۔جو جماعت آپ کو عطا ہوئی وہ فدایوں اور قربانی کرنے والی جماعت تھی جوآپ ﷺ کی طرف سے جانثاری کے لئے اشارے کا انتظار کرتے تھے اور یہ اعلان کرتے ہوئے گئے کہ اے محمد! ﷺ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے،بائیں بھی لڑیں گے،آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو نہ روندھ لے۔ الغرض تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام کی تعلیم پھیلتی گئی اور دشمنان کی زمین سکڑتی گئی جس کے نتیجہ میں آپ کو حکم ہوا کہ پہلے سے بڑھ کر اپنے رب کی طرف جھک،دعاؤں میں لگا رہ،عبادت بجا لا اور اپنے نفس اور اموال کی قربانی کر نیز استغفار کر اور تسبیح و تحمید بکثرت کرتا رہ، تا جو فتوحات اور ترقیات آپ کو نصیب ہوئی ہیں ان کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرے اور مزید رتقیات سے نوازتا رہے۔

امت کے ہی معنوں کو اگر ہم جماعت پر apply کریں تو ہمارے بزرگوں نے مشاہدہ کیا اور آج کے دور میں آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی دعویٰ کرنے والے اکیلے تھے۔سب سے پہلے حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحبؓ نے آپ کی مصاحبت کی اور یہ قافلہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا اور آج مختلف ادوار میں مخالفین اور معاندین کی شدید مخالفتوں اور راستے میں کانٹوں کا جال بچھانے کے باوجود یہ پودا اب 213 ممالک میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے اور ملین کی تعداد میں ایسے حواری اور فدائی پیدا کئے ہیں جو اپنی جان،مال، وقت اور عزت کو ہر وقت ،ہر لمحہ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ۔وہ جلسہ جو 75 نفوس کی شمولیت سے شروع ہوا تھا ۔اب وہ 75 سے زائد ممالک میں ایسی شان اور آن بان سے منعقد ہوتا ہے کہ ایک ایک جلسہ میں 25،25 ہزار سے زائد نفوس شامل ہو کر جہاں آج مادی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادات میں نت نئے رنگ بھی رہے ہوتے ہیں وہاں ہر قسم کی قربانی کرنے کے عہد و پیمان باندھ رہے ہیں ۔سیرالیون مغربی افریقہ کا 57 واں جلسہ سالانہ مورخہ 24تا 26 فروری 2020ساوتھرن پرونس کے ہیڈ کوارٹر Bo میں منعقد ہوا۔جس میں 24700 فدائیوں نے شرکت کی اور اپنے اندر روحانی،دینی تبدیلی کرنے اور دعوت الی اللہ کر کے نہ صرف غیروں کو اپنے ساتھ ملانے بلکہ قرآن پڑھنے، اسلام کی تبلیغ کرنے اور مسجدوں کی تعمیر کے وعدے کئے۔وائس پریذیڈنٹ سیرالیون نے جماعت احمدیہ کو اپنی کیبنٹ کا حصہ قرار دے کر منسٹری آف پیس کا نام دیا ۔اس موقعہ پر یہ بات بخوبی مشاہدہ کی گئی کہ جونہی کسی ترقی کا ذکر ہوا یا کسی مسجد کی تعمیر کا نام لیا گیا کسی احمدی کی مالی قربانی کا ذکر ہوا تو ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں ۔ہم عام اجلاسات میں دیکھتے ہیں کہ اگر اس طرح خوبیوں اور ترقیات کا ذکر ہو تو لوگ بلخصوص عورتیں تالیاں بجا کر داد دیتی ہیں لیکن یہ ایک ایسا روحانی اجتماع تھا کہ عورتیں بھی ہزاروں کی تعداد میں شامل تھیں مگر تالی کا نام دور دور تک نہ تھا بلکہ زبانیں ذکر الٰہی سے لبریز تھیں ۔فضا اللہ اکبر کی فضاؤں سے معطر تھی۔ہر طرف نعرہ ہائے تکبیر سنائی دے رہے تھے۔پنڈال میں تہجد کا ایک ایسا سماں تھا کہ یوں لگتا تھا کہ سارا شہر ہی یہاں اُمڈ آیا ہے اور عام سنائی دیا گیا کہ جو مزا احمدیوں کی اقتداء میں دعا کرنے کا ہے وہ کسی اور جگہ نہیں۔ اس پُرکیف روحانی اجتماع پر سورۃ النصر اور الکوثر کا مضمون بار بار ذہن میں آتا رہا کہ یہی وہ قوم ہے جن پر آج کے دور میں ان دونوں سورتوں کا مضمون پورا اُترتا ہے،ایک پرسکون ماحول میسر تھا۔ایسے لگتا تھا کہ ان ہزاروں شاملین کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اگر وہ چلے تو اٹھ جائیں گے ۔ہاں ہاں واقعتاً عالم کشف میں وہ پرندے ہی تھے جو فرشتوں کی جھرمٹ میں دیکھے جا سکتے تھے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے پانچویں خلیفۃ المسیح کی روحانی سربراہی اور قیادت میں جو عالمگیر ترقیات اور فتوحات جماعت کو دنیا کہ کونے کونے میں مل رہی ہیں ان پر شکر الٰہی کے وہی طریق اپنانے کی ضرورت ہے جن کو صحابہ رسول ﷺ ہمارے لئے بطور نمونہ چھوڑا۔تا اللہ تعالیٰ ہمارے استغفار ، تسبیح وتحمید عبادات اور قربانیوں کے طفیل ہماری ان ترقیات کی نہ صرف حفاظت فرمائے بلکہ مزید ترقیات عطا فرمائے۔آمین

الکوثر اور النصر میں انفرادی اور خاندانی ترقیات اور مادی و روحانی سہولتوں کا بھی ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کو ہمارے ایمان کی وجہ سے دنیاوی بہاریں لگائیں ہیں ۔ہماری زندگیاں آسائشوں میں بدل گئی ہیں ۔ہمیں ہر قسم کی سہولتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ۔اگر ہم چند سال قبل اپنی زندگیوں کو یا پنے خاندانی حالات کو لیٔ جائیں تو ہم ایک تنگی کے دور سے گزر رہے تھے۔مگر اب اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں فضلوں اور برکتوں سے ہمارے گھر بھر دیئے ہیں ۔اس ناطے ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کا جواب شکر الٰہی سے دیں ۔ہم اس کا جواب پہلے سے بڑھ کر پنجوقتہ نمازیں ،نوافل ادا کرنے، نفلی روزہ رکھنے، تلاوت قرآن کریم کرنے اور مخلوق سے محبت کرنے میں صرف کریں تا اللہ تعالیٰ ان نعمتوں اور آسائشوں کی حفاظت کرے اور ہماری نسلیں اس سے استفادہ کرتی چلی جائیں ۔اس شکر الٰہی میں اپنی اولادوں کو بھی توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

مرا مرزا

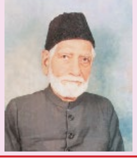

لاریب کہ ممدوحِ جہاں ہے مرا مرزا
اللہ کی قدرت کا نشاں ہے مرا مرزا

نام اس کا ہے طاہرؒ تو وہ ہے خود بھی مطہّر
محبوبِ حق و روحِ جہاں ہے مرا مرزا

ربوہ میں وہ رہتا ہے دعاؤں میں ہے مصروف
محو رُخِ دلدار نہاں ہے مرا مرزا

یکتا ہے وہ ہمدردیٔ مخلوقِ خدا میں
تسکینِ دل و راحتِ جاں ہے مرا مرزا

سیرت میں ہے آئینہ تو صورت میں گلِ تر
عکسِ رُخِ خلّاقِ جہاں ہے مرا مرزا

توحید کی جوت اس نے ہر اک دل میں جگائی
اک عاشقِ ربِ دو جہاں ہے مرا مرزا

ظاہر میں تو بیٹھا ہے وہ ربوہ کی زمیں پر
باطن میں خدا جانے کہاں ہے مرا مرزا

ہوتی ہے سدا بارشِ انوارِ الٰہی
وہ نور کی بستی ہے جہاں ہے مرا مرزا

لیتا ہوں سلیمؔ اس رُخِ انور کی بلائیں
صد رشکِ حسینانِ جہاں ہے مرا مرزا

سلیم شاہجہانپوری

(ماہنامہ تحریک جدید، نومبر1983ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے پُرمعارف الفاظ میں تقویٰ اور پارسائی کا عرفان

ہمارے آقا ومولیٰ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں مبشر اولاد کی بشارت دی تھی جس کی روشنی میں حضرت مسیح موعودؑ نے 20 فروری 1886ء کو نو سال کے اندر ایک عظیم الشان پسرِ موعود کے پیدا ہونے کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ یہ دن جماعت میں یوم پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے جانا جاتا ہے۔پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ موعود فرزند 12 جنوری 1889ء کو قادیان میں پیدا ہوا، جسے مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام دیا گیا۔آپ بہت جلد جلد بڑھے اور علوم ظاہری و باطنی سے ایسے پُر کئے گئے کہ مشکل سے مشکل مضامین کو نہایت آسان فرما دیا۔ آپ نے تعلیم و تجدید دین کے لئے ہر جہت سے کوششیں کیں اور اپنے اقوال و افعال سے نیکی کی راہیں متعیّن فرمائیں۔چنانچہ ذیل میں حضرت مصلح موعودؓ کے تقویٰ سے متعلق بیش قیمت ارشادات پیش کئے جا رہے ہیں۔

تقویٰ کے معنی

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"اصل معنی تقویٰ کے، حفاظت کے وہ سامان جمع کرنا ہیں جو ترقی کا موجب ہوں اور ہلاکت سے بچانے والے ہوں۔ اس بات کو مدّنظر رکھ کر تقویٰ اللہ کی حقیقت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ مگر جب انسان ہمیشہ اور ہر وقت کسی نہ کسی چیز کے حاصل کرنے اور کسی نہ کسی چیز کو مضر سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ (النساء:2) ترجمہ: اے لوگو! اللہ کا تقویٰ لو۔ اس گُر کو حاصل کرو جس سے تمام مصیبتوں کے دروازے بند ہو جائیں اور تمام کامیابیوں کے دروازے کُھل جائیں۔ جب تم اس کے لئے اور کوششیں کرتے رہتے ہو تو کیوں خدا کو نہ کہو کہ ہماری سب مشکلات کو حل کر دے اور ہمیں ہر کام میں کامیاب کر دے۔ یہ کامیابی حاصل کرنے اور بلاؤں سے بچنے کا سب سے اعلیٰ گُر ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے اس کے آگے انسان اپنے آپ کو ڈال دے۔"

"اس لفظ (تقویٰ) کا استعمال دینی کُتب کے محاورہ میں معصیت اور بُری اشیاء سے بچنے کے ہیں اور خالی ڈر کے معنوں میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ وقایہ کے معنی ڈھال یا اس ذریعہ کے ہیں جس سے انسان اپنے بچاؤ کا سامان کرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اتّقاء جب اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو انہی معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنی نجات کے لئے بطور ڈھال بنا لیا"

"اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح نقصان رساں چیزوں سے ڈرتے ہیں۔کیونکہ خدا تعالیٰ تو خود اپنے بندوں کو اپنی طرف بُلاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے"

تقویٰ کی تعریف

"تقویٰ اللہ کہنے کو تو چند لفظ ہیں جو آسانی سے کہے جا سکتے ہیں لیکن عمل میں تقویٰ ایک نہایت ہی مشکل بات ہے۔ ایک بزرگ نے تقویٰ کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ ایک شخص نے کُھلے کُھلے کپڑے پہنے ہوئے ہوں جو ادھر اُدھر لٹکتے جا رہے ہوں اور اس نے ایک ایسے تنگ راستے سے گزرنا ہو جس سے صرف ایک ہی شخص گزر سکتا ہے اور اس راستہ کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں جن کے کانٹے قدم قدم پر اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوں ایسی جگہ سے جس طرح یہ شخص اپنے تمام کپڑے سمیٹ کر صحیح و سلامت گزر جاتا ہے اور اپنے کپڑوں کو پھٹنے نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ شخص جو اپنی زندگی میں دنیا کی تمام آلائشوں اور تمام گندوں اور تمام ناپاکیوں سے گزر جائے اور اپنے کپڑوں کو ناپاک نہ ہونے دے ، اس کا نام تقویٰ اللہ ہے... صرف یہی ایک طریق ہے جس سے انسان دنیا میں اپنے کاموں اور ارادوں میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے: کہ اے مومنو! متقی بن جاؤ۔ اس بزرگ نے تقویٰ کے معنی بہت درست کئے ہیں ۔ تقویٰ کے معنی بچاؤ کرنے کے ہیں۔ انسان کا نفس جسم ہے ۔ پاکیزگی اور طہارت اس کا لباس ہے اور دنیاوی پلیدیاں اور گندگیاں کانٹے ہیں جو ہر وقت پاکیزگی اور طہارت کے لباس کو پھاڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔انسان کا یہ کام ہے کہ اپنی ساری زندگی میں اس راستہ میں صحیح و سلامت گزرنے کی کوشش کرے اور اس کو ایک تنگ راستہ سمجھے"

صحبت صادقین

"خدا تعالیٰ نے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) یعنی اگر تم اپنے اندر تقویٰ کا رنگ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا گُر یہی ہے کہ صادقوں کی مجلس اختیار کرو تاکہ تمہارے اندر بھی تقویٰ کا وہی رنگ تمہارے نیک ہمسایہ کے اثر کے ماتحت پیدا ہو جائے جو اس میں پایا جاتا ہے۔ پس جماعت کی تنظیم اور جماعت کے اندر دینی روح کے قیام اور اس روح کو زندہ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی اصلاح کی کوشش کرے۔ کیونکہ ہمسایہ کی اصلاح میں ہی اُس کی اپنی اصلاح ہے۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو اس سے مستغنی سمجھتا ہے وہ اپنی روحانی ترقی کے راستہ میں خود روک بنتا ہے"

نکاح کی غرض تقویٰ ہو

"نکاح کی سب سے بڑی غرض تقویٰ ہونی چاہئے۔ (.) کا فخر اور حقیقت یہی ہے کہ تمام امور کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر کر لاتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بات ہو یا بڑی سے بڑی ، ہم دیکھتے ہیں کہ (.) اسے بھی آخر کار خدا کی طرف لے آتا ہے... اسی طرح نکاح میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیرا ہے کہ نکاح میں تقویٰ اللہ مد نظر رکھو۔ نکاح میں کئی غرضیں ہوتی ہیں مگر (.) کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے کہ خداتعالیٰ کا تقویٰ حاصل ہو...غرض (.) کی غرض وحید تقویٰ اللہ ہے اور مومن کو نکاح میں بھی یہی غرض مد نظر ہونی چاہئے"

تقویٰ ہی میں ساری عزت

"پس جو تقویٰ کے علاوہ کسی اور عزت کا خواہاں ہے وہ جاہل ہے یا مفسدانہ خیالات رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ غرض تقویٰ ہی میں ساری عزت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی چیز کے قابل نہ سمجھے۔ خود کو خدا تعالیٰ کی پناہ میں لے آئے اور اسی سے طاقت حاصل کر کے دنیا کا کام کرے اور اسی سے علم پا کر بولے اور اسی کو سب کچھ سمجھے اور ساری دنیا کو ایک مردہ کیڑا سمجھے اور فخر اور عُجب اور تکبر اور ریاء اپنے دل کے اندر پیدا نہ ہونے دے۔ تب جا کر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کی نگاہ کا مورد بنتا ہے"

تقویٰ کا اعزاز

"قرآن کریم میں دو پار سا عورتوں کا ذکر آتا ہے، جن میں سے ایک فرعون کی بیوی ہے۔ فرعون کو توفیق نہیں ملی لیکن اس کی عورت نے تقویٰ اختیار کیا اور اس نے مذہب کی ضرورت کو سمجھا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں بطور مثال کے کیا ہے اور اس سے بڑھ کر اور فضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ اس کتاب میں جو ہمیشہ کے لئے ہے اُس کا ذکر آیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ چونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جو فرائض مذہب کے متعلق مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے بھی ہیں ۔ دوسری مثال مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ تھیں ۔ اس زمانے میں گمراہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی ، انہوں نے ایسی پرہیزگاری دکھائی کہ ان کے بیٹے نے نبوّت حاصل کر لی۔ دنیا پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا احسان ہے لیکن حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا بھی بڑا احسان ہے۔ کیونکہ ان کی تربیت سے ایک ایسا انسان بنا جس نے دنیا پر بڑا احسان کیا ۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ بڑی متقی اور پرہیزگار عورت تھی ۔ اُن کے بچے نے ان سے تقویٰ سیکھا۔ سو دیکھو قرآن کریم میں جہاں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے ساتھ ہی حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی موجود ہے"

تقویٰ مغفرت کا موجب ہے

"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب:71) کہ اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور قول سدید اختیار کرو۔ اس آیت میں دونوں پہلو بیان کئے گئے ہیں،ماضی کا بھی اور مستقبل کا بھی۔ماضی کا پہلو چونکہ انسان کے قبضہ سے نکل جاتا ہے اس لئے اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اللہ کو رکھا کہ ماضی کی مشکلات سے نکلنے اور گزشتہ گناہوں کو معاف کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اسے اپنی ڈھال بناکر ماضی کے حالات سے لڑو۔ جب اللہ تعالیٰ ڈھال بن جائے گا تو پھر ماضی کے بد اثرات کا اثر بھی جاتا رہے گا...پس خداتعالیٰ نے غفران کے لئے اِتَّقُوا اللہ رکھا ہے کہ گناہوں کے بخشوانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ تعالیٰ کو بطور ڈھال گناہوں کے مقابلہ میں رکھو تو خدا تعالیٰ خود ان کو دور کر دے گا...پس ماضی کے نقصانات سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ علاج بتایا کہ تقویٰ اختیار کرو اور مستقبل کو درست کرنے کے لئے قولِ سدید اختیار کرنے کا حکم دیا"

عملی نمونہ

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ آپ کے تقویٰ کا ایک عملی نمونہ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں:-

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک دفعہ کشمیر تشریف لے گئے اور ریچھ مارنے کا لائسنس لیا ہوا تھا۔ دورانِ سفر احمدیوں کی آبادی میں فروکش ہوئے اور شکار کے لئے ایک پہاڑی جنگل میں داخل ہو گئے۔ لوگوں نے آوازوں سے ہانکا شروع کیا تو ایک مشک والا ہرن نمودار ہوا اور بالکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ رائفل حضرت مصلح موعودؓ کے کندھے کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور نالی شکار کی طرف تھی۔ ساتھی بے قرار ہو رہے تھے کہ ایسا نایاب شکار سامنے کھڑا ہے ،کیوں فائر نہیں کیا جا رہا۔ حضور نے یکدم رائفل نیچے کر دی تو وہ ہرن بھاگ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہرن کے شکار کا لائسنس نہ ہونے کی وجہ سے میرے لئے اس پر فائر کرنا جائز نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر بعض لوگ جو ساتھ تھے کہنے لگے کہ ایسے عمدہ شکار کو چھوڑ دیا گیا جبکہ ہم تو شکار میں اتنی احتیاطیں نہیں کیا کرتے۔ ان بے چاروں کو معلوم نہیں تھا کہ اگر ایسی احتیاطیں نہ کی جائیں تو تقویٰ جاتا رہتا ہے۔"

(روزنامہ الفضل 19جون 1962ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ و پارسائی کا عرفان اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فرخ شاد

قوت برداشت اور صبر و حوصلہ

صبر و تحمل کی کمی تمام رنجشوں کا باعث بنتی ہے

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جرمنی کے دورہ ماہ جون 2011 ء کے دوران احباب جماعت کو رشتہ داریوں میں برداشت، صبر سے کام لینے کی بار بار تلقین فرمائی جیسے 18 جون کو 7 نکاحوں کا اعلان کرتے ہوئے خطبہ نکاح میں فرمایا۔

’’آج کل مادیت کا زیادہ زور ہے یا کیا وجہ ہے؟ بے صبری کا اظہار زیادہ ہے صبر کم ہو چکا ہے لوگوں میں برداشت کم ہو چکی ہے کہ ذرہ ذرہ سی بات پر لڑائیاں بھی ہوتی ہیں۔ رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان کی نوبت یہاں تک آتی ہے کہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں‘‘

(روزنامہ الفضل7جولائی2011ء)

19جون کو جرمنی بھر سے آئے 240 واقفین نو کو حضور انور ایدہ اللہ نے یوں نصیحت فرمائی۔

پھر برداشت ہے۔ برداشت آج کل بہت کم ہوتی چلی جا رہی ہے دنیا میں۔ اور صبر ہے یہ بھی آپ میں پیدا ہونا چاہئے تبھی آپ حقیقت میں فیلڈ میں جا کر اپنی خدمات کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل8جولائی2011ء)

اسی طرح 25جون کو ممبرات لجنہ اماء اللہ سے اپنے معرکۃ الآراء خطاب جس میں حضور انور ایدہ اللہ نے جہاں بہت سے تربیتی امور بیان فرمائے وہاں میاں بیوی کے حقوق اور رشتہ داریوں کو احسن طریق سے نبھانے کی طرف ممبرات کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

عائلی معاملات میں مثلاً بہت فکر مندی پیدا کرنے والی صورت پیدا ہو رہی ہے، صورتحال آج کل یہ ہر جگہ ہے اور جرمنی بھی اس میں شامل ہے۔ صبر نہیں رہا آج کل حوصلہ نہیں رہا، برداشت نہیں رہی۔ اگر ایک فریق زیادتی کرتا ہے تو دوسرا فریق پھر نہلے پر دہلا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خلع اور طلاقوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

(الفضل16جولائی2011ء)

جرمنی سے واپس آکرلندن کے45ویں جلسہ سالانہ پرحضور انور نے دوسرے دن مورخہ 23جون کو مستورات سے بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ جس میں عائلی اور فیملی جھگڑوں سے نجات کی عالمی تحریک فرمائی۔ اس میں بھی پیارے حضور نے بار بار عدم قوت برداشت کا ذکر فرمایا ہے کہ برداشت کم ہوتی جا رہی ہے جس کی وجہ سے خانگی اور فیملی جھگڑوں میں اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً حضور نے فرمایا۔

i-بے صبری اور گندی زبان سے امن برباد ہو رہا ہے۔ii-ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کو احترام دیں۔ صبر اور برداشت سے کام لیں۔ iii-بے صبری نہ ہو گی برداشت ہوگی تو تقویٰ سے رشتے قائم ہوں گے اور آخرمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔بے صبری سے بچنا ہو گا۔برداشت کرنے کی عادت ڈالنی ہو گی اور دخل اندازی بھی بند کرنی ہوگی۔ سچائی کا استعمال زیادہ کرنا ہو گا۔

(روزنامہ الفضل29جولائی2011ء)

پیارے حضور کے ان ارشادات کو آج اگر عالمی حالات کے تناظر میں دیکھیں تو زندگی کے ہر شعبہ میں بے صبری دکھائی دیتی ہے۔برداشت کم ہو گئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر انسان فوراً غصہ میں آجاتا ہے اور آپے سے باہر ہو نے لگتا ہے۔ اس میں اب انسان ہی نہیں بلکہ سوسائٹیاں، جماعتیں ، کمیونٹیاں اور حکومتیں بھی Involveہو رہی ہیں۔ ایک سوسائٹی کا دوسری سوسائٹی کے خلاف غیظ و غضب ، ایک جماعت کی دوسری جماعت کے خلاف منصوبہ بندی، ایک کمیونٹی کی دوسری کمیونٹی کے خلاف ہرزہ سرائی اور دوسری حکومت کی مخالفت اوراُسے دباؤ میں رکھنا روز کا معمول بنتا جا رہا ہے۔دوسری طرف انسان نے اپنی ترجیحات خود بنالی ہیں۔ اگر اس کو اپنے موافق ماحول میسر نہ ہو تو بڑبڑانا شروع کرتا ہے اور دوسروں کے خلاف بولنے لگتا ہے۔ طبیعت کے خلاف اگر کوئی بات ہو جائے توخاوند بیوی کو ڈانٹنا شروع کر دیتا ہے۔ بیوی طبیعت کے مخالف بات سننے پر سر پھوڑنا شروع کر دیتی ہے۔ حالانکہ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ اپنی بیوی کی خامیوں کا ہی ذکر نہ کرتے رہا کرو آخر اُس کے اندر اچھائیاں بھی ہوں گی۔

اگر معاشرہ کو دیکھیں تو وہ بد امنی کا شکار نظر آتا ہے۔ لڑائی جھگڑے، قتل و غارت، اغواء برائے تاوان، ڈکیتی کے واقعات اورٹارگٹ کلنگ عام ہوتی جا رہی ہے۔ کرائم ریٹ بہت بڑھ گیا ہے۔ اقتصادی بد حالی اور کساد بازاری جگہ جگہ نظر آرہی ہے۔ بے روزگاری نے انسان کو پریشان کر رکھا ہے ساری دُنیا کریڈٹ کرنچ کا شکار ہے ہر انسان Depressionاور Frustrationکا شکار نظر آتا ہے۔ گویا کہ انسان نفسیاتی مریض ہو تا جا رہا ہے۔ گھر میں معمولات زندگی بُری طرح Disturb ہیں۔ جب انسان نے اپنے رہن سہن کا معیار بلند کر لیا ہے۔ ترجیحات زندگی تبدیل کر لی ہیں اور اس کریڈٹ کرنچ میں وہ اپنا خود ساختہ معیار زندگی برقرار نہیں رکھ پا رہا تو لازماً بے صبری پیدا ہو گی اور برداشت کا مادہ کم ہوگا۔

مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ قبل گھروں میں یہ سہولیات نہ تھیں جو اب ہیں۔ انسان شدید گرمی میں بھی ہاتھ کے پنکھے سے گزارا کر لیتا تھا اور صبرو شکر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کر تا تھا۔ باہر درخت کے نیچے چارپائی بچھالی یا فرش کو ٹھنڈا کرکے چارپائی بچھا کر سو گیا اس وقت بیماریاں بھی کم تھیں۔

اب قریباً ہر گھر میں پنکھا اور کولر ہونے کے باوجود انسان گرمی کی شدت و حدت کا واویلا کرتا دکھائی دیتاہے۔ACوالا بھی گرمی کا رونا رو رہا ہوتا ہے۔ بیماریاں پہلے سے بہت بڑھ گئی ہیں۔ہر چوتھا شخص شوگر، بلڈ پریشر اور دل کا مریض دکھائی دیتا ہے۔ پھر بے صبری کیوں نہ بڑھے، برداشت کے مادے میں کمی کیوں نہ ہو۔ گھروں میں توتکار کیوں نہ ہو۔ بجلی نہ ہونے کی وجہ سے پنکھا یا کولر نہیں چلے گا تو طبیعت میں بے چینی تو پیدا ہو گی جو آخرکار لڑائی پر منتج ہو تی ہے ۔

حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ تو ہمارے سامنے یوں موجود ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ سخت گرمی کے دن تھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ تالیف و تصنیف میں منہمک تھے ایک مخلص دوست نے عرض کی۔ گرمی بہت ہے۔ تبسم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تجویز تو آپ کی اچھی ہے مگر پنکھا لگا اور ٹھنڈی ہوا چلی تو پھر نیند آجائے گی اور سونے کو جی چاہے گا۔قوم تو آگے ہی سوئی ہوئی ہے ہم بھی سو رہے تو دین کی تائید کون کرے گا؟

جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں کہ Frustration اور Depression بڑھنے کی وجہ صرف گرمی کا برداشت نہ کرنا ہی نہیں بلکہ انسان کی اپنی بنائی ہوئی بعض ترجیحات بھی ہیں جیسے فیشن ہے۔ عید اور شادی بیاہ جیسے خوشی کے مواقع میں بھی فیشن کے مطابق اشیاء نہ ملنے پر طبیعت میں غصہ کی علامات ظاہر ہورہی ہوتی ہیں جو لڑائی جھگڑے کا باعث بنتی ہیں۔

ان تمام کا علاج توقرآنی تعلیم میں خداتعالیٰ پر توکل ہی ہے۔ اس کے حضور جھک کر دُعا کرنے میں ملتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بارہا اس مضمون کو بیان فرمایا کہ تکلیف میں انسان خداتعالیٰ کی طرف جھکتا ہے اور جب اس کی وہ تکلیف دُور ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دُعاؤں کو سُن کر اس پر کوئی انعام نازل کرتا ہے تو بے صبری دکھلاتا اور خدا تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔

عُسرویُسر ہر دو حالتوں میں اپنے رب کریم کا شاکر و صابر عبد بن کر رہنے ہی میں کامیابیاں ہیں۔ فلاح کے راستے کھلتے ہیں۔ قوت برداشت، صبر اور وسعت حوصلہ کا مضمون بہت وسیع ہے اور اخلاق حسنہ کی اساس ہے تمام اخلاق انہی کے اردگھومتے نظر آتے ہیں۔ اور بہت سی بد اخلاقیاں، بے صبری، وسعت حوصلہ نہ ہونے اور برداشت کی کمی کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لئے کیا کہ وہ برداشت کا مادہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب آیت 73میں جہاں امانت کے اُٹھانے کا ذکر فرمایا ہے کہ یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی انہوں نے معذرت کرلی مگر انسان نے اِسے اُٹھالیا۔ دراصل اُس جگہ اس برداشت کا ذکرہے جو انسان میں موجود ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی کتاب ’’محبت الٰہی‘‘ میں اس امانت کو محبت کا نام دیا ہے جو ایک انسان اپنے خدا اور اس کی مخلوق سے کرتا ہے اور اس محبت کی وجہ سے مخلوق کی خاطر بہت سی تکالیف ،مصائب اور مشکلات کو برداشت کرتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

’’ میں نے اپنی امانت یعنی محبت کو آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں اورزمین کے حیوانات اور پہاڑوں کے جانداروں پر پیش کیا مگر وہ اس کے اٹھانے سے ڈرے اور انکار کر دیا مگر انسان نے جو کہ ظالم اور جاہل ہے اس کو اٹھا لیا اور محی الدین ابن عربی صاحبؒ جو کہ ائمہ اسلام میں سے گزرے ہیںفرماتے ہیں کہ اس جگہ پر انسان کی تعریف ہے مذمت نہیں اور ظالم اور جاہل کے الفاظ جو کہ بظاہر بُرے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس جگہ پر تعریف کے طورپر استعمال ہوئے ہیں اور وہ اس طرح ہے کہ ظالم سے مراد ہے کہ انسان اپنی جان پر ظلم کر سکتا ہے اور ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کر سکتا ہے جو کہ خدا کی محبت میں اس کو پیش آویں۔ اور جاہل اس لئے کہ اس نے ان تکالیف اور شدائد کی بابت سوچا بھی نہیں جو اس کو اس راہ میں پیش آسکتی تھیں اور دوسرے حیوانات نے دور اندیشی سے اس سے انکار کردیا اور گوکہ اس جگہ انسان نے دور اندیشی سے کام نہیں لیا لیکن یہ اس کی تعریف ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی محبت کو ایک پیاری اور عمدہ چیز دیکھ کر کسی اور بات کا خیال بھی نہیں کیا۔ اور وہ بوجھ جس کا اٹھانا دوسروں نے ناپسند کیا تھا اس کو برضاورغبت اٹھالیا۔ اور اسی لئے ہے کہ جب انسان اپنے عہد اور اقرار کو پورا کرتا اور خدا کی محبت میں اپنے آپ کوباوجود سخت سخت مصیبتوں اور تکلیفوں کے ثابت قدم رکھتا ہے تو اس پر اس قدر انعام اور اکرام ہوتے ہیں جو کہ کسی اور مخلوق پر نہیں ہوتے۔‘‘

حضرت مسیح موعود قوت برداشت کے حوالہ سے احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’ جوش کے وقت اپنے آپ کو سنبھالنا چاہئے۔ دکھ تو ہوتا ہے مگر انسان ثواب پاتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں برا کہتا ہے تو وہاں سے اٹھ گئے یا الگ ہو گئے۔نہ سناکہ جس سے جوش آوے اور فساد ہووے‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک متقی کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت تحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدرت سے باہر ہو۔ اسی لئے لَا … (البقرہ:287) فرماچکا ہے۔ ایک رئیس تھا اس کے حضور میں ایک شخص نے عرضی دی کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے گالی دی ہے۔ اُسے بُلایا گیا۔ رئیس نے اس آدمی کو سخت گالیاں دیں جو اس کی شان سے بعید تھیں۔ اخیر اس حاکم نے اس سے پوچھا تم نے اس افسر کی کیوں بےعزتی کی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی پھر مجھ میں تابِ حوصلہ نہ رہی۔ رئیس نے کہا کہ صبر کی طاقت تو تجھ میں ہے۔ دیکھو میں نے بھی تجھے گالیاں دیں اور تم چپکے ہنسا کئے۔ اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاوے۔

صبر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے تئیں روکنا۔ غیظ و غضب سے، شہوت سے، حرص و آزسے‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی تقریر جلسہ سالانہ 1919ء بعنوان ’’عرفان الٰہی‘‘ میں تزکیہ نفس کے طریق بیان فرمائے اس کے تحت غلطی پر تنبیہ کی صورت میں برداشت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

’’اگر کسی غلطی پر تنبیہ ہو تو اسے برداشت کیا جائے۔ بہت لوگ اس لئے اپنی اصلاح نہیں کر سکتے کہ جب انہیں ان کی کوئی غلطی بتائی جائے تو اس پر چِڑتے ہیں اور اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ لیکن ایسا نہیں چاہئے جب غلطی پر تنبیہ ہو تو اس کو برداشت کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِیۡلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتۡہُ الۡعِزَّۃُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُہٗ جَہَنَّمُ (البقرہ:207) کہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اگر کہا جائے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تو ان کو نصیحت کے سننے سے غیرت آجاتی ہے اور اپنی ہتک عزت کے خیال سے دیوانہ ہو کر بجائے نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے ناصح کا مقابلہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ کیونکہ وہ بجائے اس کے کہ غلطی بتانے والے کے ممنون ہوں۔ الٹے اس سے لڑتے ہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ جس کسی میں غلطی یا نقص دیکھے بازار میں کھڑا ہوکر اسے تنبیہ کرنا شروع کر دے۔ سمجھانا ہمیشہ علیحدگی میں چاہئے اور سمجھانے والے کو اپنی حیثیت اور قابلیت بھی دیکھنی چاہئے کہ وہ جس شخص کو سمجھا نا چاہتا ہے اسے سمجھانے کی قابلیت بھی رکھتاہے یا نہیں تاکہ اس کا نتیجہ الٹا نہ نکلے۔ غرض جہاں یہ ضروری ہے کہ غلطی کرنے والوں کو برداشت کی طاقت پیدا کرنی چاہئے اور سمجھانے والے کی بات کوٹھنڈے دل سے سننا چاہئے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ سمجھانے والا بھی بہت احتیاط سے کام لے۔یہ نہ ہو کہ جس کو چاہے لوگوں میں ذلیل کرنا شروع کردے‘‘

حضرت مسیح موعودؑ کا صبر و تحمل ضبط نفس اور قوت برداشت

اب یہاں چند ایک واقعات مامور زمانہ حضرت مسیح موعود کی سیرت سے نقل کئے جا رہے ہیں جو اپنے پیارے امام و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کی اطاعت میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔آپ نے اس میدان میں ایک نمونہ اپنے متبعین کیلئے چھوڑا ہے۔ آپ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔

’’میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خداتعالیٰ نے میرے نفس کو ایسا (۔) بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھرمیرے سامنے میرے نفس کو گندی سے گندی گالیاں دیتا رہے۔ آخر وہی شرمندہ ہو گا اور اسے اقرار کرنا پڑے گا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا‘‘

حضرت ملک غلام حسین صاحب رہتاسی صحابی حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں۔

’’ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مولوی ہندوستان سے آیا۔ نماز ظہر ہو چکی تھی۔ ماہ جون تھا۔حضرت مسیح موعود نماز پڑھ کر تشریف فرما ہوئے اور بہت سے خدام بیٹھے تھے کہ وہ مولوی آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا آیئے تشریف لائیے۔ وہ بیٹھنے نہ پایا تھا کہ اس نے گالیاں نکالنا شروع کر دیں اور کہنے لگا کہ تم نے دین محمدی کو بگاڑ دیا ہے۔ حضورؑ نے مسکراکر فرمایا۔ مولوی صاحب تشریف رکھیں۔ آپ کے سب سوالات کا جواب دیا جائے گا۔ مجھے فرمایا کہ اندر سے مولوی صاحب کے لئے دودھ میں برف اور کیوڑہ ڈال کرلے آئو۔ مولوی صاحب گرمی میں سے آئے۔ میں نے دودھ لا کر مولوی صاحب کو دیامگر اس نے پینے سے انکار کر دیا اور نہ پیا۔ اور برابر گالیاں ... دیتا رہا۔ ایک نو احمدی جو عیسائی سے احمدی ہوا تھا۔ وہاں موجود تھا۔ اس سے صبر نہ ہو سکا اور ایک تھپڑ لگا دیا۔ وہ مولوی فوراً اُٹھ کر چلاگیا۔

حضرت اقدس اس نواحمدی پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نے اس مولوی کو کیوں مارا؟وہ گالیاں تو ہمیں دے رہا تھا۔ ... حضور نے اس نو احمدی سے کہا کہ اس کو ابھی جا کر واپس لاؤ۔ وہ شخص واپس لانے کے لئے گیا۔ بعد میں خود حضور تشریف لے گئے اور اس مولوی سے فرمایا کہ آپ واپس چلیں۔ مگر وہ نہ مانا اور چلا گیا۔

ایک دفعہ جبکہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب قادیان آئے ہوئے تھے۔ حضور نے ایک موقع پر تقریر فرمائی اور ایک باہر کے آئے ہوئے شخص نے گستاخی سے کہا کہ آپ کیونکر مہدی اور مسیح ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کے مخارج حروف بھی درست نہیں ہیں۔ مولوی عبداللطیف صاحب کو غصہ آگیا۔ ایک دوسرے موقع پر حضرت اقدس نے بتلایا کہ میں اس عرصہ میں اس مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑے رہا۔ تاکہ اسے کہیں مارنہ دیں‘‘

اس واقعہ کی تفصیل ایک اور جگہ پر یوں ملتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں ایک شخص لکھنوٗ سے آیا اور اس نے مقابلہ کی خواہش کی اور کہا میں آپ کو آپ کے دعوے میں جھوٹا ثابت کروں گا۔ حضرت مسیح موعود نے اس کی سخت کلامی سن کر فرمایا۔

میرے دلائل تو متقیوں پر اثر کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ آپ نے اتنا بڑا دعویٰ کر دیا۔مگر آپ قاف کا تلفظ تک صحیح ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ مسیح موعودؑ کی مجلس میں بیٹھے تھے یہ سن کر غصے میں آگئے اور اسے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ مگرحضرت مسیح موعودؑنے منع فرمایا۔ اور فرمایا کہ سید صاحب بھی ہمارے مہمان ہیں۔ اور آپ بھی ہمارے مہمان ہیں۔ اور میں درمیان میں صلح کرانے والا ہوں پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اچھا آپ نے عربی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا کہ حدیث بھی پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا کہ آپ نے وہ حدیث نہیں پڑھی۔ جس میں لکھا ہے کہ مہدی کی زبان میں ثقل ہو گا۔ اس پر وہ مان گیا اور بیعت کی اور آپ کی مدح میں قصیدہ لکھا۔ اس شخص کا نام مولوی یوسف خاں تھا۔

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب ساکن پوہلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ حضرت مسیح موعود کے کمال قوت برداشت کا ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔

جلسہ سالانہ 1906ء کا ذکر ہے نماز جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا۔ جگہ بالکل پُر تھی۔ سب سے آخر میں میں لوئی بچھا کر بیٹھا کہ حضرت مسیح موعود اور میر حامد شاہ صاحب بھی آکر تشریف فرماہوئے۔ جب نماز شروع ہوئی۔ تو حضور کو ایک ہندو نے شدید گالیاں دینی شروع کیں۔اس ہندو کا مکان بیت اقصیٰ کی بڑی سیڑھیوں سے جنوب مغرب کی طرف تھا۔ وہ نہایت غلیظ گالیاں نکال رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کی لڑکیوں کو بھی غلیظ گالیاں اور نامناسب الفاظ کہے کہ یہ لوگوں کو بلا کر لاتا ہے۔ میرے مکان پر سے گزرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے میرے دل میں بڑی گھبراہٹ تھی۔ خیال کر رہا تھا کہ نماز کے بعد خدا جانے اس کا کیا حشر ہو گا۔ آپ ضرور اس کو سزا دیں گے۔ اور رسوائی کریں گے۔ مگر میں حیران رہ گیا کہ حضور نے اس کو کچھ نہ کہا اور گھر کو چلے گئے۔ تھوڑے وقفہ کے بعد حد بندی کرنے کے لئے حضور نے تار لگانے والے کو بھیجا۔ حد بندی کرنے کے بعد حضور نے آکر تقریر فرمائی اور کہا کہ میں آج بہت خوش ہوں کہ میری جماعت نے نہایت صبر کا نمونہ دکھایا ہے۔ اور اسی سال حضور نے ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ مشہور نظم لکھی۔ ہاں ایک بات بھول گیا وہ یہ کہ جب وہ ہندو گالیاں دے چکا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے حضرت مسیح موعود سے عرض کی حضور! بہتر ہو کہ اس مکان کو خرید لیں۔

تو حضور نے فرمایا۔ کہ میں تو اس کو ایک پیسہ میں بھی نہیں خریدتا۔ جوشاہی خیمہ کے پاس آکر خیمہ لگاتا ہے۔ اس کی شامت آئی ہوئی ہے۔‘‘

حضرت مصلح موعود نے حضرت مسیح موعود کی سیرت بیان کرتے ہوئے آپ کے ضبط نفس کے دو واقعات یوں بیان فرمائے۔

’’حضرت مسیح موعود کی مجلس میں ایک شخص آیا اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ گیا۔ اور جب خوب گالیاں دے چکا۔ اور بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ تسلی ہو گئی یا کچھ اور بھی باقی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رستہ میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دے دیا تھا۔ لوگ اس کو مارنے لگے۔مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے تو اپنے اخلاص سے ہی دھکا دیا ہے۔وہ دراصل مدعی نبوت تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے سمجھا ہے کہ ہم ظالم ہیں اور اس کا حق مار رہے ہیں‘‘

حضور کی سیرت کا یہ پہلو اتنا روشن اور تابناک ہے کہ اگر تائیدات الٰہیہ کسی بندے کے ساتھ نہ ہوں تو اتنا صبر و تحمل اور ضبط نفس کا مظاہرہ ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔

حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں جو گندے اشتہارات گالیوں کے شائع ہوا کرتے تھے، ان کو حضور ایک الگ بستے میں رکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے اشتہاروں کا ایک بڑا بستہ بن گیا تھا۔ جو ہمیشہ آپ کے کمرے میں کسی طاق میں یا صندوق میں محفوظ رہتا تھا۔ (الفضل14جون2004ء)

برداشت کا ایک پہلو افسران یا حاکموں سے تعلق رکھتا ہے جن کے پاس لوگ شکایات لے کر جاتے ہیں اور ایک فریق کی بات سن کر فوراً جذبات میں مغلوب ہو جاتے ہیں۔اس سلسلہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب حضرت مسیح موعود کی سیرت کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

’’ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کو معلوم ہوا کہ کسی شخص نے حضرت صاحب کے پاس ان کی کوئی شکایت کی ہے۔ اس پر وہ بہت برہم ہوئے۔ اور حضرت صاحب سے عرض کیا کہ لوگ خواہ مخواہ ہماری شکایتیں آپ کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور ہمیں بہت تکلیف ہوتی ہے آپ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا۔آپ گھبرائیں نہیں، لوگ اگر ایسی شکایتیں کرتے بھی ہیں تو میری ایسی حالت ہوتی ہے کہ گویا میں نے سنا ہی نہیں کہ کسی نے کیا کہا‘‘

نفسانی جوشوں کو دبانا بھی ایک ایسا خُلق ہے جو برداشت کے زمرہ میں آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری جماعت کی تاریخ بھری پڑی ہے چنانچہ آریوں کی طرف سے1907ء کے جلسہ مذاہب میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے پر فرمایا۔

’’اگر پاک طبع (۔) کو اپنی تہذیب کا خیال نہ ہوتا اور بموجب قرآنی تعلیم کے صبر کے پابند نہ رہتے اور اپنے غصہ کو تھام نہ لیتے تو بلاشبہ یہ بدنیت لوگ ایسی اشتعال دہی کے مرتکب ہوئے تھے کہ قریب تھا کہ وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا۔ مگر ہماری جماعت پر ہزار آفرین ہے کہ انہوں نے بہت عمدہ نمونہ صبر اور برداشت کا دکھایا اور وہ کلمات آریوں کے جو گولی مارنے سے بدتر تھے ان کو سن کر چپ کے چپ رہ گئے۔‘‘

پھر چشمہ معرفت کے آغاز پر باعث تالیف عنوان کے تحت آپ تحریر فرماتے ہیں۔

’’اگر میری طرف سے اپنی جماعت کے لئے صبر کی نصیحت نہ ہوتی اور اگر میں پہلے سے اپنی جماعت کو اس طور سے تیار نہ کرتا کہ وہ ہمیشہ بد گوئی کے مقابل پر صبر کریں تو وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا مگر یہ صبر کی تعلیم تھی کہ اس نے ان کے جوشوں کو روک لیا۔‘‘

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ نے بیان فرمایا۔

ایک دفعہ جب حضرت صاحب لاہور تھے ایک مولوی حضرت صاحب کو گالیاں نکالتا تھامیں نے ارادہ کیا کہ میں اسے پکڑ کر خوب ماروں۔ اتنے میں حضرت صاحب مکان سے باہر نکلے۔ فرمایا کہ چاہے کوئی شخص ہمیں کسی قدر بھی گالیاں دے ہماری جماعت کا کوئی آدمی کسی کو ضرر نہ دے جو ایسا کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعودرعیہ کے ہسپتال میں لمبا عرصہ ملازم رہے ہیں۔ انہی ایام کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت شاہ صاحب نماز کی ادائیگی کے لئے نزدیکی بیت الذکر میں تشریف لے گئے اس وقت ایک سخت مخالف احمدیت چوہدری رحیم بخش صاحب وضو کے لئے مٹی کا لوٹا ہاتھ میں لئے وہاں موجود تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کو دیکھتے ہی مذہبی بات چیت شروع کر دی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی کسی بات پر چوہدری رحیم بخش صاحب نے شدید غصہ میں آکر مٹی کا لوٹازور سے آپ کے ماتھے پر دے مارا۔ لوٹا ماتھے پر لگتے ہی ٹوٹ گیا۔ ماتھے کی ہڈی تک مائوف ہو گئی اور خون زور سے بہنے لگا۔ ڈاکٹر صاحب کے کپڑے خون سے لت پت ہو گئے۔ آپ نے زخم والی جگہ کو ہاتھ سے تھام لیا اور فوراً مرہم پٹی کے لئے ہسپتال چل دئے۔ ان کے واپس چلے جانے پر چودھری رحیم صاحب گھبرائے کہ اب کیا ہوگا؟ یہ سرکاری ڈاکٹر ہیں۔ افسر بھی ان کی سنیں گے اور میرے بچنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ وہ ان خیالات میں ڈرتے ہوئے اور سہمے ہوئے بیت الذکر میں ہی دبکے پڑے رہے۔ اِدھر ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال میں جا کر زخمی سر کی مرہم پٹی کی۔ دوائی لگائی اور پھر خون آلود کپڑے بدل کر دوبارہ نماز کے لئے اسی مسجد میں آگئے۔ جب ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب دوبارہ مسجد میں داخل ہوئے اور

چودھری رحیم بخش صاحب کو وہاں دیکھا تو دیکھتے ہی آپ مسکرائے اور مسکراتے ہوئے پوچھا کہ:۔

’’چوہدری رحیم بخش ! ابھی آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا ہے یا نہیں؟‘‘

یہ فقرہ سنتے ہی چوہدری رحیم بخش صاحب کی حالت غیر ہو گئی فوراً ہاتھ جوڑتے ہوئے معافی کے ملتجی ہوئے اور کہنے لگے کہ شاہ صاحب! میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ یہ اعلیٰ صبر کا نمونہ اور نرمی اور عفو کا سلوک سوائے الٰہی جماعت کے افراد کے کسی اور سے سرزد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ چودھری صاحب احمدی ہو گئے کچھ عرصہ بعد ان کے باقی افراد خانہ بھی جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ (الفضل3جون1967ء)

جہاں تک حضرت مسیح موعودکا خانگی معاملات میں برداشت کا تعلق ہے وہ بھی آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ آج لوگ ذرا ذرا سی بات پر اپنی بیویوں سے جھگڑتے ہیں۔ سالن میں معمولی نمک زیادہ ہو جائے یا بروقت کھانا نہ ملے تو آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ گالی گلوچ پر اُتر آتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے معاشرت کا ایک مثالی نمونہ ہمارے لئے چھوڑا۔روایت ہے کہ

شادی کے بعد حضرت اماں جان جب پہلے پہل دلی سے قادیان تشریف لائیں تو آپ کو بتایا گیاکہ حضرت صاحب گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں آپ نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیااور بالکل راب سی بن گئی۔ جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے ادھر کھانے کا وقت قریب ہو گیا۔ آپ حیران تھیں کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں آپ آگئے۔ آپ کا چہرہ دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والیوں کا سا بنا ہوا تھا آپ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا۔ کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟ پھر فرمایا نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑوالے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں یہ بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے آپ فرماتی تھیں کہ ’’حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا‘‘

گھریلو معاملات میں رنجشیں قوت برداشت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

آجکل ...ہر جگہ میاں بیوی کے جھگڑوں کے معاملات میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن میں مرد کا قصور بھی ہوتا ہے عورت کا قصور بھی ہوتا ہے۔ نہ مرد میں برداشت کا وہ مادہ رہا ہے جو ایک مومن میں ہونا چاہئے نہ عورت برداشت کرتی ہے ... قصور دونوں کی طرف سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے رنجشیں پیدا ہوتی ہیں گھر اجڑ تے ہیں پس دونوں طرف کے لوگ اگر اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں اور تقویٰ دل میں قائم کرنے والے ہوں تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں۔

پھر فرمایا۔

جب شادی ہوگئی تو اب شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک دوسرے کو برداشت کریں۔ نیک سلوک کریں۔ایک دوسرے کو سمجھیں ۔اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔

مشترکہ خاندانی نظام میں بوڑھے والدین کی خدمت کرنا اور ان کی حرکات کو برداشت کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

’’جب انسان بوڑھاہوجاتاہے توبوجہ بے دست وپا ہونے کے اور مختلف قسم کی بیماریوں اور ضعفوں کے پیدا ہو جانے کے اس کا مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے پس فرمایا کہ اس حالت میں بھی کہ جب وہ نہایت چڑچڑے اور ترش رو ہو جائیں اور ان کی حرکات برداشت سے باہر ہوتی جائیں تم کو چاہئے کہ ان کی کسی حرکت پر اظہار ناراضگی نہ کرو بلکہ (ان کی خواہش) اگر پوری کر سکتے ہو تو کردو اور اگر پوری نہیں کر سکتے تو بڑی نرمی سے عرض کردو کہ یہ بات ہماری طاقت سے باہر ہے اور جب ان سے کلام کرو تو نہایت ادب کے ساتھ کرو اور ان کے سامنے ایسے نرم ہو جاؤ کہ گویا رحمت کے مارے تم ان کے سامنے بچھے جاتے ہو اور پھر اسی پر بس نہ کرو بلکہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہو کہ ان کی خدمت میں جو کچھ کوتاہی ہم سے ہوتی ہے اس کا بدلہ خدائے تعالیٰ اپنے پاس سے ان کو دے۔‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جماعت احمدیہ کی دوسری صدی میں داخلہ سے قبل مورخہ 24نومبر1989ء کو ایک تاریخی اور بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ جس میں حضورنے جماعت کو اخلاق حسنہ اپنانے کی تلقین فرمائی کہ اب ہم دوسری صدی میں داخل ہونے کو جا رہے ہیں۔ اس میں بداخلاقیوں اور برائیوں کا بوجھ اُٹھا کر سفر کرنا مشکل ہو گا اس لئے اخلاق حسنہ بالخصوص پانچ بنیادی اخلاق کی طرف توجہ دلائی جن میں سے تیسرے نمبر پر وسعت حوصلہ اور قوت برداشت کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور مذہبی قوموں کی تعمیر میں سب سے اہم بات اس کے اخلاق کی تعمیر کو قرار دیتے ہوئے ہر تین ذیلی تنظیموں کو انہیں اپنانے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

’’تیسری چیز وسعت حوصلہ ہے۔ بچپن ہی سے اپنی اولاد کو یہ سکھانا چاہئے کہ اگر تمہیں کسی نے تھوڑی سی کوئی بات کہی ہے یا تمہارا کچھ نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی تعلیم بھی زبان سے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے عمل سے دی جاتی ہے۔ بعض بچوں سے نقصان ہو جاتے ہیں۔ گھر کا کوئی برتن ٹوٹ گیا سیاہی کی کوئی دوات گر گئی، کھانا کھاتے ہوئے پانی کاگلاس الٹ گیا اور ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں نے دیکھا ہے کہ بعض ماں باپ برافروختہ ہو کر بچوں کے اوپر برس پڑتے ہیں، ان کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں، چپیڑیں مارتے ہیں اور کئی طرح کی سزائیں دیتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ جن قوموں میں یا جن ملکوں میں ابھی تک ان کا ایک طبقہ یہ توفیق رکھتا ہے کہ وہ نوکر رکھے وہاں نوکروں کے ساتھ تو اس سے بھی بہت بڑھ کر بد سلوکیاں ہوتی ہیں۔ تو ان جگہوں میں جہاں نوکروں سے بد سلوکیاں ہو رہی ہوں ، ان گھروں میں جہاں بچوں سے بدسلوکیاں ہو رہی ہوں وہاں آئندہ قوم میں بڑا حوصلہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ جو اپنے بچوں کی تربیت کی وہ محض کلام کے ذریعے نہیں کی بلکہ اعلیٰ اخلاق کے اظہار کے ذریعے کی ہے۔ حضرت مصلح موعود جب بچے تھے حضرت مسیح موعود کا ایک بہت ہی قیمتی مقالہ جو آپ نے تحریرفرمایا تھا اور اس کو طباعت کے لئے تیار فرمایا تھا وہ آپ نے کھیل کھیل میں جلا دیااور سارا گھر ڈرا بیٹھا تھا کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گا اور کیسی سزا ملے گی (لیکن) جب حضرت مسیح موعود کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں خدا اور توفیق دے دے گا۔

حوصلہ اپنے عمل سے پیدا کیا جاتا ہے اور وہ ماں باپ جن کے دل میں حوصلے نہ ہوں وہ اپنے بچوں میں حوصلے نہیں پیدا کر سکتے اور نرم گفتاری کا بھی حوصلے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ چھوٹے حوصلے ہمیشہ بدتمیز زبان پیدا کرتے ہیں۔بڑے حوصلوں سے زبان میں بھی تحمل پیدا ہوتا ہے اور زبان کا معیار بھی بلند ہوتا ہے۔

پس محض زبان میں نرمی پیدا کرنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ حوصلہ بلند نہ کیا جائے اور وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے ۔ جس کے غیر معمولی فوائد ہمیں اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی نصیب ہو سکتے ہیں لیکن وسیع حوصلگی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر نقصان کو برداشت کیا جائے اور نقصان کی پرواہ نہ کی جائے۔ یہ ایک فرق ہے جو میں کھول کرآپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کو سمجھ کر ان دونوں باتوں کے درمیان توازن کرنا پڑے گا... حوصلے سے مراد ہر گز یہ نہیں کہ نقصان کی پرواہ نہ کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ یہ دو باتیں پہلو بہ پہلو چلنی چاہئیں ۔ حوصلہ سے مراد یہ ہے کہ اگر اتفاقاً کسی سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اس پر برداشت کیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اور جن کے حوصلے بلند ہوں وہ پھر بڑے ہو کر بڑے نقصان برداشت کرنے کے بھی زیادہ اہل ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ آفات سماوی پڑتی ہیں اور دیکھتے دیکھتے انسان کی فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ جن کو چھوٹی چھوٹی باتوں کا حوصلہ نہ ہو وہ ایسے موقعوں کے اوپر پھر خدا سے بھی بدتمیز ہو جاتے ہیں اور بے حوصلگی کے ساتھ خود غرضی کا ایک ایسا گہرا رشتہ ہے کہ اس خود غرضی کے نتیجے میں ہر دوسری چیز اپنی تابع دکھائی دینے لگتی ہے۔ اگر وہ فائدہ پہنچا رہی ہے تو ٹھیک ہے ذراسا بھی نقصان کسی سے پہنچے تو انسان حوصلہ چھوڑ بیٹھتا ہے اور جب بندوں سے بے حوصلگی شروع ہو تو بالآخرانسان خدا سے بھی بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمیں یہ گُر سمجھایا کہ ......

(ترمذی باب ماجاءفی الشکرلمن احسن الیک)

کہ جو بندے کا شکر ادا کرنا نہ سیکھے وہ خدا کا کہاں کر سکتا ہے۔ جو بندے کا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر نہیں کرتا۔

یہ جو گہرا فلسفہ ہے یہ ہم ہر روز مرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں ۔ حوصلے پر بھی اسی بات کا اطلاق ہوتا ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ یہ معمولی بات نہیں بڑے ہو کر اس کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ نقصان جس میں انسان بے اختیار ہو اس پر صبر کا نام حوصلہ ہے۔ نقصان کی طرف طبیعت کامیلان ہونا یہ حوصلہ نہیں ہے یہ بے وقوفی ہے، جہالت ہے اور بعض صورتوں میں یہ خود ناشکری بن جاتا ہے ۔ اس لئے بچوں کو جب حوصلہ سکھاتے ہیں تو چیزوں کی قدر کرنا بھی سکھائیں۔

انسان اگر اسوۂ رسول اور تعلیمات قرآنیہ پر چلتے ہوئے برداشت کو اپنا شیوہ بنالے تو اس کو اللہ تعالیٰ عظیم پھل عطا فرماتا ہے۔ اور وہ فرشتوں کی ہمرکابی کی صورت میں ملتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور حضرت ابوبکرؓ چپ تھے حضورؐ بیٹھے مسکراتے رہے۔ مگر جب اس شخص نے انتہاکردی تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی جواباً کچھ کہہ دیا اس پر حضورؐ ناراض ہو کر چل پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری طرف سے جواب دے رہے تھے مگر جب تم نے جواب دینا شروع کیا تو فرشتے چلے گئے اور شیطان آگیا۔ میں شیطان کے ساتھ کس طرح بیٹھ سکتا تھا۔

(سنن ابی داود کتاب الادب باب الانتصار حدیث نمبر4251)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

’’اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو‘‘

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صبروبرداشت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’ایک نیکی صبر و تحمل ہے صبر کے نتیجہ میں بہت سی برائیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ صبر کی کمی کے باعث غلط فہمیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہراحمدی کو صبراختیار کرناچاہئے۔دل خراش باتوں کو برداشت کریں۔ اس پالیسی کے نتیجہ میں بہت سے جھگڑوں کا حل ہو سکتا ہے۔ فیملی تنازعات ، خواہ وہ خاوند و بیوی کے درمیان ہوں یا بھائیوں کے درمیان ہوں۔ یہ سب بچگانہ تنازعات ہوتے ہیں۔

دنیا بھر میں ایک طوفان بے تمیزی ہے۔ قتل عام ہو رہا ہے اور قومیں دوسری قوموں پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ یہ سب بے صبری کا ہی نتیجہ ہے۔ دنیا تباہی کے دہانے پر ہے۔ احمدیوں کو دنیا کو بچانا ہوگا۔ اس لحاظ سے صبر و برداشت کی عادت کو اس انداز میں اختیار کرنا ہو گا کہ احمدی ہر میدان میں صبر و برداشت کا نمونہ بن جائیں‘‘

فقہ کیا کہتا ہے

نماز کی دوبارہ ادائیگی

فقہاء میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ جو نماز ایک دفعہ ادا کی جاچکی ہو آیا دوبارہ باجماعت نماز میسر آنے پر ادا ہوگی یا نہیں ۔

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ تنہا نماز پڑھی ہوتو جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھ سکتا ہے اگر جماعت کے ساتھ پڑھی ہو تو پھر دوبارہ جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ۔

بعض کہتے ہیں کہ فجر اور مغرب کی نماز دوبارہ نہ پڑھے۔جبکہ بعض کہتے ہیں کہ عصر کی نماز بھی دوبارہ نہ پڑھے ۔

احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتاہے کہ کسی نے خواہ نماز تنہا پڑھی ہویا جماعت کے ساتھ پڑھی ہو وہ اس ادا شدہ نماز کو دوبارہ جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے ۔

(1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ :

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ، فَيُصَلِّي بِهِمْ

(بخاری کتاب الاذان باب اذا صلیٰ ثم ام قوم)

حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتﷺ کے ساتھ نماز اداکرتے اور پھر اپنی قوم میں واپس آکر ان کو نماز پڑھاتے۔

اس روایت میں کسی ایک نماز پر حصر نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ ذکر ہے کہ آپ فلاں نماز دوبارہ نہ پڑھاتے تھے۔

(2)حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ:

جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هٰذَا؟ فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ۔

(سنن الترمذی اَبْوَابُ الصَّلَاةِ بَابُ مَا جَاءَ فِي الجَمَاعَةِ فِي مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيهِ مَرَّةً)

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہﷺ کے باجماعت نماز پڑھانے کے بعد مسجد میں آیا۔ آپؐ نے فرمایا کون ہے جو اس کے ساتھ تجارت کرے (یعنی اس کے ساتھ مل کر باجماعت نماز پڑھے) اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔

(3) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ أَوْ قَالَ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ ؟ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّهَا فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

(ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب اذا اخر الامام الصلوٰۃ عن الوقت)

حضرت رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو ذر ! اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہارے اوپر ایسے حاکم ہونگے جو نماز ضائع کر دیں گے یا فرمایا کہ نماز میں تاخیر کریں گے ؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ! آپ کیا حکم فرماتے ہیں ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز وقت پر پڑھنا پھر اگر تو دیکھے کہ امراء وہ نماز پڑھارہے ہیں جو تو پڑھ چکا ہے تو (جماعت کے ساتھ مل کر) اس نماز کو دوبارہ پڑھ لے وہ تیرے لئے نفل ہوجائیگی ۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے نماز مغرب سمیت کسی نماز کا استثناء نہیں فرمایا ۔

(4) حضرت یزید بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

میں حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوا اور آپﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں (ایک طرف) بیٹھ گیا اور لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوا۔جب آنحضرتﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور مجھے ایک طرف بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یزیدکیا تم مسلمان نہیں ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہؐ ! میں مسلمان ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے کس چیز نے تجھے روک دیا تھا؟میں نے عرض کی میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔اور میرا خیال تھا کہ آپﷺ بھی نماز سے فارغ ہوچکے ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے پاؤ تو تم بھی ان کے ہمراہ نماز میں شامل ہوجاؤ۔اگرچہ تم پہلے نماز پڑھ چکے ہو۔ وہ تمہارے لیے نفل ہوجائے گی اور یہ فرض ۔

(سنن أبي داؤدكِتَاب الصَّلَاةِ بَابٌ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ)

اس نصیحت میں بھی آنحضرت ﷺ نے نماز مغرب یا کسی اور نماز کا استثناء نہیں فرمایا۔

(5) حضرت بسر بن محجنؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں :

میرے والد صاحب ایک مجلس میں رسول اللہﷺ کے ہمراہ تھے کہ اتنے میں نماز کے لیے اذان ہوگئی ۔چنانچہ آپﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے نماز پڑھ کر جب آپﷺ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ محجن اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس پر ان سے آپﷺ نے پوچھا کہ لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے کس چیز نے تجھے روک دیا تھا؟کیا تم مسلمان نہیں ہو ؟ اس پر (محجن)نے عرض کی ہاں یارسول اللہؐ ! ۔(اس وقت نماز نہ پڑھنے کی) وجہ یہ تھی کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جب تم مسجد میں آؤتو تم لوگوں کے ہمراہ(دوبارہ) نماز ادا کیا کرو۔اگرچہ تم پہلے نماز پڑھ چکے ہو۔

(مؤطا امام مالک ۔کتاب صلاۃ الجماعۃ ۔باب اعادۃ الصلاۃ مع الامام)

(6) حضرت جابر بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ :

قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَجَّتَهُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الخَيْفِ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ انْحَرَفَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي أُخْرَى القَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ، فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا، فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا، فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، قَالَ فَلَا تَفْعَلَا، إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ

(ترمذی أبواب الصلاۃ باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ ثم یدرك الجماعة)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شامل ہوا۔ میں نے آپؐ کے ساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں ادا کی ۔جب نماز ختم ہوئی تو آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے ۔ آپ کی نظر صفوں کے پیچھے دوایسے آدمیوں پر پڑی جو باجماعت نماز میں شامل نہ ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس لاؤ ۔ جب انہیں لایا گیا تووہ خوف کے مارے کانپ رہے تھے ۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم دونوں نے ہمارے ساتھ جماعت میں شرکت کیوں نہ کی ؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی قیام گاہوں میں نماز ادا کر چکے تھے ۔ آپؐ نے فرمایا : ایسا نہ کیا کرو اگر تم اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو اور پھر مسجد میں آؤ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھو وہ تمہارے لیے نفل ہوجائے گی۔

(7) حضرت بسر بن محجنؓ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں :

صَلَّيْتُ فِي بَيْتِي الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا وَحَوْلَهُ نَاسٌ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ، ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ، ثُمَّ خَرَجَ فَوَجَدَنِي جَالِسًا فِي مَجْلِسِي الَّذِي عَهِدَنِي فِيهِ فَقَالَ أَلَسْتَ رَجُلًا مُسْلِمًا؟ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَمُسْلِمٌ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ فَتُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ؟ قُلْتُ إِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا صَلَّيْتَ فِي أَهْلِكَ ثُمَّ جِئْتَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتَ النَّاسَ يُصَلُّونَ فَصَلِّ مَعَهُمْ

(المعجم الکبیرالطبرانی بَابُ الْمِيمِ مِحْجَنٌ أَبُو بُسْرٍ الدِّيلِيُّ)

میں نے اپنے گھر میں ظہر یا عصر کی نمازادا کی پھر میں مسجد کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں اصحاب کے درمیان تشریف فرما ہیں ۔میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی آپﷺ داخل ہوئے اورآپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی ۔پھر نماز پڑھ کر جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ میں ابھی تک اسی جگہ بیٹھا ہوں جہاں آپؐ نے مجھے پہلے بیٹھے دیکھا تھا ۔ اس پر آپﷺ نے پوچھا؟کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہؐ میں مسلمان ہوں! آپﷺ نے فرمایا کہ پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے کس چیز نے تجھے روکا؟میں نے عرض کی کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا ۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنے گھرمیں نماز پڑھ چکے ہواور پھر مسجد میں آؤ اور تم لوگوں کو باجماعت نماز پڑھتے ہوئے پاؤتو تم بھی ان کے ہمراہ(دوبارہ)باجماعت نماز ادا کیا کرو۔

(8) حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَغْرِبَ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيَؤُمُّهُمْ۔

(سنن الترمذی أَبْوَابُ السَّفَرِ بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُصَلِّي الفَرِيضَةَ ثُمَّ يَؤُمُّ النَّاسَ بَعْدَ ذَلِكَ)

حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتﷺ کے ساتھ نما زمغرب ادا کرتے اور پھر اپنی قوم میں واپس آکر ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(9) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ، فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى العِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ، فَتَّانٌ، فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا، فَاتِنًا، فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ، قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا۔

(صحیح البخاری كِتَابُ الأَذَانِ بَابُ إِذَا طَوَّلَ الإِمَامُ، وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ، فَخَرَجَ فَصَلَّى)

حضرت معاذ بن جبلؓ نبی کریمﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔پھر واپس جاکر اپنی قوم کی امامت کراتے۔انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی اوراس میں سورہ بقرہ پڑھی۔ایک شخص نماز چھوڑ کر چلاگیا ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذؓ نے اس کے متعلق بُرا منایا۔یہ خبر نبی کریمﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے تین دفعہ فرمایا تم بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو،تم بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو،تم بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ فتّاناً فرمایا ،یا فاتناً اور آپ نے انہیں مفصل سورتوں میں سے دودرمیانی سورتیں پڑھنے کے لئے فرمایا ۔عمرو کہتے تھے مجھے وہ سورتیں یاد نہیں رہیں ۔

******

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

شیخ ظافر احمد۔سیرالیون

سیرالیون سے مالی قربانی کے چندایمان افروز واقعات

جماعت احمدیہ سیرالیون صحابہؓ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے لگائی گئی جماعتوں میں سے ایک ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحابۂ قرونِ اولیٰ کے نقشِ قدم پر چل کر ایثار و قربانی کرنے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ انہی میں سے چند ایک قارئین کے لئے پیش ہیں۔

1۔ کینیما(Kenema) ریجن کےایک لوکل معلم بشیرو سووا (Bashiru Sowa) لکھتے ہیں کہ میں ایک جماعت سیرابو (Serabu) میں گیا احباب جماعت کوچندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی تحریک کی اسی دوران ایک بچہ 9یا10 سال کی عمر کا ہو گا اس نے دیکھا کہ معلم صاحب آئے ہیں اور چندہ کی تحریک کر رہے ہیں اس کے سر پر آگ جلانے کیلئے کچھ لکڑیاں تھیں۔اس نے معلم صاحب سے کہا کہ یہ لکڑیاں آپ مجھ سے خرید لیں اور جتنے پیسے ہوں وہ چندے میں ڈال لیں ۔معلم صاحب نے وہ لکڑیاں اس بچے سے خرید لیں اور چندہ کی رسید کاٹ دی بعد میں وہ لکڑیاں بھی بچے کو واپس کر دیں کہ تمہارا چندہ آگیا ہے۔سبحان اللہ۔(اس واقعہ کا ذکر حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8نومبر2019 ءمیں فرمایا)

2۔ محترم منیر حسین مبلغ سلسلہ Kenemaریجن سیرالیون لکھتے ہیں کہ محترم الحاج ڈاکٹر شیخوتامو (Alhaj Dr Shekhu Tamu)بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے نکل رہا تھا تو سیکرٹری صاحب تحریک جدید نے میری طرف دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ تحریک جدید کا سال ختم ہونے میں وقت کم ہے اور ادائیگی باقی ہے۔میں نے سیکرٹری صاحب سے کہا کہ فری ٹاؤن سے واپسی پر چندہ تحریک جدید ادا کر دوں گا حالانکہ مجھے کوئی امید نہیں تھی اور نہ ہی میرے پاس پیسے تھے۔فری ٹاؤن جاتے ہوئے کچھ دیر کے لئے بو(BO) شہر میں رکا جہاں میرے ایک جاننے والے نے مجھے ایک لفافہ دیا کہ یہ آپ کے لئے ہے،میں نے وہ جیب میں رکھ لیا اور کھولا نہیں ۔حتیٰ کہ میں واپس کینیما (Kenema)آ گیا۔ میں نے سوچا کہ اس لفافہ میں پانچ لاکھ لیون کے قریب رقم ہو گی،جبکہ میں نے چندہ تحریک جدید کیلئے 8لاکھ لیون دینے تھے جب میں نے لفافہ کھولا تو اس میں ایک ملین لیون تھے ۔اللہ تعالیٰ نے میرے وعدہ کا بھرم رکھا اور میں نے مکمل ادائیگی کر دی۔ الحمد للہ علی ذلک۔اس کے بعد مہینہ میں جہاں صرف دو یا تین مریض آپریشن کے لیے آتے تھے چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کے بعد دس سے زائد افراد کے آپریشنز کئے۔الحمدللہ

3۔مکرم سفیر احمد مبلغ سلسلہ پورٹ لوکو(Port Loko)ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک مشنری ایک گاؤں میں چندہ تحریک جدید کی خصوصی تحریک کیلئے گئے۔وہاں ان کی ملاقات ایک نہایت غریب عورت سے ہوئی۔اس کو جب چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی تو کہنے لگی کہ میرے پاس ایک بہت معمولی رقم ہے جو میں نے کھانا کھانے کیلئے بچا کر رکھی ہوئی تھی۔آپ اسے چندہ میں لے لیں اللہ تعالیٰ میرے لئے خود کوئی انتظام کر دے گا۔مشنری صاحب نے رسید کاٹ کر ان کیلئے خصوصی دعا کروائی۔کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اس عورت کی ایک بیٹی اسے ملنے کیلئے آئی اور اپنے ساتھ کافی زیادہ راشن بھی اپنی والدہ کیلئے بطور تحفہ لائی۔الحمد للہ علی ذلک۔

4۔مکرم ولید احمد مبلغ سلسلہ مشائکا(Masiaka) ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سرکٹ مشنری شیخ الفا کروما(Sheikh Alpha Koroma) ایک گاؤں میں چندہ تحریک جدید کی وصولی کیلئے گئے تو ایک شخص جس کا نام(Muhammad Kargbo(محمد کاربو) تھا ،نے تھوڑا سا چندہ تحریک جدید کی مد میں ادا کیا۔جب وہ شخص دوبارہ شیخ الفا کروما کو ملا تو اس نے بتایا کہ میرا ایک بیٹا امریکہ میں مقیم ہے۔کافی سال سے اس نے فون بھی نہیں کیا اور کبھی کوئی پیسے بھی مدد کیلئے نہیں بھجوائے۔لیکن جس دن میں نے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا تو اسی دن میرے بیٹے کا فون آیا اور اس نے اپنے رویہ پر معذرت کی اور 300 ڈالر کی رقم بھی بھجوائی۔اس آدمی نے کہا کہ یہ چندہ تحریک جدید کی ادائیگی کی برکت سے ہی ممکن ہو اہے اور اس نے مزید30،000(تیس ہزار لیون) چندہ تحریک جدید کی مد میں ادا کیا۔ماشاء اللہ

5۔مکرم سفیر احمد صاحب ریجنل مشنری Port Loko (پورٹ لوکو)ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ریجن کے ایک گاؤں (Sanda Mablonotor)سانڈا مبلونتور میں ایک بزرگ احمدی Pa Muhammad Kamaraرہتے ہیں اور انھوں نے تحریک جدید کے وعدہ میں جو رقم لکھوائی ہوئی تھی اسے ادا نہیں کر سکے تھے۔جب سال کا آخر آیا تو کہنے لگے میرے پاس سوائے چند کپ چاولوں کے کچھ بھی نہ تھا۔انھوں نے وہ چاول فروخت کئے اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔وہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے اگلے دن میرے ایک دور کے رشتہ دار نے ایک بوری چاول اور کچھ رقم بطور تحفہ مجھے بھجوائی۔اور مجھے یقین ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر ہے۔الحمدللہ(اس واقعہ کا ذکر حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8نومبر2019 ءمیں فرمایا)

6۔مکرم بابر شہزاد مبلغ سلسلہ لونسر(Lunsar) ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ ایک نو مبائع دوست ابوبکر کمارا صاحب کو خاکسار اور Lunsarکے لوکل معلم صالحو سیسے (Saliu Sesay) نے تحریک جدید کا تعارف کروایا اور چندہ کی اہمیت و برکات کے بارے آگاہ کیا۔تو اس نو مبائع دوست نے چندہ عام کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تحریک جدید کا چندہ بھی ادا کر دیاجبکہ ان کے پاس تھوڑی سی رقم بچی تھی۔جس سے وہ اپنے لئے فقط ایک مہینہ کے چاول خرید سکتے۔لیکن انہوں نے یہ رقم بھی تحریک جدید کے چندہ میں دے دی۔چند دن کے بعد وہی صاحب پھر آئےاور بتایا کہ جس دن میں نے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا اس سے اگلے دن میری کمپنی نے کہا کہ ہم آپ کا Department تبدیل کر رہے۔اور نئے Department میں میری تنخواہ بھی Double ہوگئی ہے۔ اوردوسرے Benefits بھی زیادہ ہیں۔ جن برکات کا ذکر میں نے چند دن پہلے سنا تھا اللہ نے مجھے ان برکات کی جھلک دکھا دی ہے۔اور آئندہ سے میں ہر ماہ چندہ عام کے ساتھ ساتھ چندہ تحریک جدید بھی دیا کروں گا۔انشاءاللہ(اس واقعہ کا ذکر حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 8نومبر2019ءمیں فرمایا)

7۔مکرم بابر شہزاد مبلغ سلسلہ لونسر(Lunsar)ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ خاکسار ایک لوکل معلم ابوبکر کمارا کے ساتھ تحریک جدید کی وصولی کے لئے ایک گاؤں مافوکی (Mafokie) میں گیا۔شام کا وقت تھا۔میں نے وہاں کے امام سے کہا کہ ہم تحریک جدید کی وصولی کے لئے آئے ہیں۔امام نے کہا کہ ہم کسان لوگ ہیں۔اور ہماری فصل اگلے مہینے پکے گی اس لئے آپ اگلے ماہ آجائیں اور آج آپ اگلے گاؤں چلے جائیں یہاں اس ماہ وصولی نہیں ہو سکتی۔خاکسار نے کہا میں تو رات یہاں ہی رکوں گا اور پوری کوشش کروں گا۔چنانچہ رات عشاء کی نماز کے بعد تحریک جدید کے اغراض و مقاصد اور برکات کا ذکر کیا گیاتو تمام موجود ممبران نے کہا کہ آپ مسجد میں بیٹھیں ہم چندہ لاتے ہیں۔اور کچھ دیر بعد سب اپنا اپنا چندہ لے آئےاور کہا کہ یہ رقم ہم نے اپنے روز مرہ اخراجات کے لئے رکھی تھی۔ہم اس کو تحریک جدید میں دیتے ہیں۔اور جب میں ایک ماہ بعد اس گاؤں میں گیا تو گاؤں والوں نے بیان کیا کہ اس سال ہماری فصل خلاف توقع بہت اچھی ہوئی۔اور یہ برکت تحریک جدید کا چندہ ادا کرنے کی وجہ سے ہے۔ماشاءاللہ

8۔مکرم سفیراحمد ریجنل مشنری پورٹ لوکو(Port Loko) ریجن سیرالیون بیان کرتے ہیں کہ کاسے(Kasse) چیفڈم کے ایک احمدی ہیں جنہوں نے سال کے آغاز میں اپنا تحریک جدید کا وعدہ لکھوایا تھا۔سال کے آخر تک وہ مکمل ادائیگی نہ کر سکے اور اس وقت بہت بیمار ہو گئے۔بیماری اتنی شدید تھی کہ اشاروں سے باتوں کرتے تھے۔ایک دن انہوں نے اپنی بیوی کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں نے چندہ کی ادائیگی کا وعدہ کیا تھا لیکن اسے پورا نہیں کر سکا، گھر میں جو رقم میری دوائیوں کیلئے پڑی ہے اس میں سے میرا چندہ ادا کر دو۔ان کی بیوی نے چندہ ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل کیا اور چند دنوں میں ان کی حالت بہتر ہونے لگی اور بیماری کا نام و نشان ختم ہو گیا۔الحمد للہ علی ذلک

اللہ تعالیٰ ان سب کی قربانیاں قبول فرمائے اور ان کے مال و نفوس میں بےانتہاء برکت عطاء فرماتے ہوئے ان کو مزید قربانیاں کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

28فروری 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:28	18:24
مدینہ منورہ		05:30	18:23
قادیان	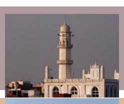	05:36	18:24
ربوہ		05:16	18:04
اسلام آباد ٹلفورڈ		05:37	17:41